الإمام أحمد رضا

اور اصلاحِ معاشرہ

قاضی فضل احمد مصباحی

صدر شعبہ افتاء جامعہ عربیہ ضیاءالعلوم بنارس

الحمید اکیڈمی بنارس

اَلإمام أحمد رضا

اور اصلاحِ معاشرہ

قاضی فضل احمد مصباحی
صدر شعبہ افتاء جامعہ عربیہ ضیاء العلوم بنارس

الحمید اکیڈمی بنارس

(سلسلہ مطبوعہ ۔ ۱۰)

نام امام احمد رضا اور اصلاح معاشرہ

ترتیب حضرت علامہ قاضی فضل احمد مصباحی

طبع ۱۷ صفر المظفر ۱۴۴۳ھ

کمپوزنگ نعمانی گرافکس بنارس

ناشر الحمید اکیڈمی بنارس

الحمید اکیڈمی بنارس

4

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

معاشرہ کا معنی مل جل کر رہنے کے ہیں،اس لیے کہ معاشرہ سے مراد افراد کا مجموعہ ہے جو باہم مل جل کر رہے۔ اجتماعیت کے بغیر انسانی زندگی ناممکن ہے اور انسان پیدائش سے لے کر موت تک معاشرہ کا محتاج ہے۔انسان ہر متعلقہ شئے کے لیے معاشرے کا محتاج و دست نگر ہے۔

اگر اس سے تمام علائق حذف کر دیئے جائیں تو پھر اس کے پاس کچھ باقی نہ رہے اور انسانی زندگی کی حیثیت ختم ہو جائے۔اجتماعی زندگی کے بغیر انسان کے اعمال،اغراض اور عادات کی کوئی قیمت نہ رہے۔

زمانہ قدیم سے معاشرے مختلف بنیادوں پر قائم ہوتے رہے ہیں مثلاً برادری، قوم،زبان،مذہب اور جغرافیائی حدود وغیرہ۔انسانی تاریخ میں جتنے معاشرے وجود میں آئے ہیں ان میں کم و بیش یہی عوامل کارفرما رہے ہیں۔

مختلف معاشروں کی تباہی

انسان نے تقریباً ہر دور میں کوشش کی ہے کہ معاشرتی نظام مستحکم رہے،اللہ عزوجل نے اپنے مقدس کلام میں بھی مختلف قوموں کی تباہی کا ذکر کیا ہے۔پچھلی قوموں کی تباہی پر غور کرنے کے ضمن میں فرمایا:۔

5

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین کانوا من قبلھم ؕ کانوا ھم اشد منھم قوۃ و آثارا فی الارض فاخذھم اللہ بذنوبھم ؕ و ما کان لھم من اللہ من واق ۞ (سورۂ مومن، آیت: ۲۱)

ترجمہ کنزالایمان: تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے کیسا انجام ہوا ان سے اگلوں کا ان کی قوت اور زمین میں جو نشانیاں چھوڑ گئے ان سے زائد تو اللہ نے انہیں ان کے گناہوں پر پکڑا اور اللہ سے ان کا کوئی بچانے والا نہ ہوا۔

اسلامی معاشرہ

اسلامی معاشرہ جو ہماری گفتگو کا اصل محور ہے ایک ایسی متوازن اور معتدل زندگی کا نام ہے جس میں انسانی عقل، رسوم و رواج اور معاشرتی آداب فرمان الٰہی کی روشنی میں طے پاتے ہیں۔ یہ نظام ایسا جامع اور ہمہ گیر ہے کہ زندگی کے تمام مظاہر اور حیات کی جملہ سرگرمیاں اس کے دائرہ میں آجاتی ہیں۔

اسلامی اصولوں کے مطابق معاشرے کی صحیح زندگی اس کا توازن ہے، جہاں کہیں توازن بگڑا وہیں فساد پیدا ہو گیا، معاشرہ کی تاریخ اصلاح و فساد اور توازن و عدم توازن کی تصویر پیش کرتی ہے۔ ہر زمانے میں فساد کو مٹانے اور اصلاح پر گامزن کرنے کی کوششیں ہوتی رہی ہیں۔

معاشرہ کے بگڑے ہوئے نظام کو سدھارنے اور فساد کو مٹانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا جنہوں نے ہر زمانے میں قوم کے فساد کو دور کرنے اور معاشرے کو سدھارنے کی کام یاب کوششیں کیں۔

خصوصیت کے ساتھ نبی اکرم ﷺ نے اپنی مؤثر تعلیمات کے ذریعہ انسانوں کو تباہی کے دلدل سے نکالا اور قعر مذلت سے نکال کر اوج ثریا پر پہنچادیا اور دنیا کے سامنے ایک ایسا پاکیزہ اور صالح معاشرہ پیش فرمایا جس کی نظیر قیامت تک نہیں پیش کی جاسکتی۔

اور اسی معاشرے کے افراد کو قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے ایک نمونہ بنادیا کہ جن کے طریقوں پر چل کر لوگ راہ ہدایت پاسکتے ہیں اور اصلاح و فلاح سے ہم کنار ہوسکتے ہیں۔ وہ حضرات صحابۂ کرام کا پاکیزہ معاشرہ تھا، پھر صلحائے امت اور علماے ملت نے اپنے اپنے زمانہ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعہ معاشرہ کو سدھارنے کی بھرپور کوششیں فرمائیں۔

ماضی قریب میں فقیہ فقید المثال امام احمد قدس سرہٗ کی شخصیت اس حوالہ سے محتاج تعارف نہیں جنہوں نے اپنے زمانہ میں بدعات و منکرات کے خاتمہ اور معاشرہ کو صحت مند اور صالح بنانے کے لیے بے مثال خدمات انجام دیں۔ ذیل میں امام موصوف کی انہی خدمات کا تفصیل سے جائزہ لیا جارہا ہے۔

(7)

بدمذہبوں سے میل جول

بدمذہب سے میل جول کارواج آج کل کچھ زیادہ ہو چلا ہے۔ دین میں تصلب کا عنصر تقریباً ناپید ہوتا جارہا ہے اور دشمنان دین سے بیزاریوں کی جگہ ان سے یاری کو فروغ دیا جارہا ہے۔ حالاں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جابجا بدمذہبوں سے دور رہنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔

چناں چہ بدمذہبوں کا ایک فرقہ رافضی ہے جس کا کام صحابۂ کرام خصوصاً شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں گستاخی کرنا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے لوگوں کے ساتھ دینی ودنیاوی تعلق رکھنے کو منع فرمایا ہے۔

حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:۔

"سیاتی قوم لھم نبز یقال لھم الرافضۃ یطعنون السلف ولا یشھدون جمعۃ ولا جماعۃ فلا تجالسوھم ولا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تناکحوھم واذا مرضوا فلا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم۔" (۲)

ترجمہ: عنقریب کچھ لوگ آئیں گے ان کا ایک بدلقب ہوگا انہیں رافضی کہا جائے گا۔ سلف صالحین پر طعن کریں گے اور جمعہ و جماعت میں حاضر نہ ہوں گے، ان کے پاس نہ بیٹھنا ان کے ساتھ نہ کھانا، نہ ان کا پانی پینا نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرنا، مرجائیں تو ان کے جنازہ میں نہ جانا، نہ ان کی نماز جنازہ پڑھنا، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا۔

---

(۲) ۔ کنزالعمال /عساکر

مشہور مقتدا کے لیے بد مذہبوں سے بلا ضرورت اختلاط جائز نہیں اور اگر غیر معروف شخص ہے کسی مصلحت شرعی کے پیش نظر اس کے ساتھ اختلاط کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ''

یکرہ للمشھور المقتدیٰ بہ الاختلاط الی رجل من اھل الباطل والشر الابقدر الضرورۃ لانہ یعظم امرہ بین یدی الناس ولوکان رجل لایعرف یداریہ لیدفع الظلم عن نفسہ من غیر اثم فلا باس بہ کذا فی الملتقط۔' (۳)

مشہور پیشوا کے لیے ایسے شخص سے میل جول جو اہل باطل اور اہل شر میں سے ہو مکروہ ہے مگر ضرورت کی حد تک جائز ہے۔ اس لیے کہ بلا ضرورت اہل باطل سے ملنے میں لوگوں میں اس کا چرچا ہو جائے گا (اور اس کے برخلاف اثرات مرتب ہوں گے) اور اگر غیر معروف شخص محض اپنے دفاع اور ظلم سے بچاؤ کے لیے ان کے ساتھ گھومے پھرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

رافضی کا عقیدہ اگر کفر کی حد تک پہنچا ہوا ہے تو اس کے ساتھ مرتدین جیسا سلوک روا رکھا جائے گا اور اگر حد کفر تک نہ پہنچا ہو تو دوستی و محبت اب بھی حرام ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ رقم طراز ہیں:۔

''رافضی وغیرہ بد مذہبوں میں جس کی بدعت حد کفر تک پہنچی ہو وہ تو مرتد ہے، اس کے ساتھ کوئی معاملہ مسلمان بلکہ کافر ذمی کے مانند بھی برتاؤ جائز نہیں۔

۳۔ فتاویٰ ہندیہ، جلد ۵ ص ۳۴۶

مسلمانوں پر لازم ہے کہ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے وغیرہا تمام معاملات میں اسے بعینہ مثل سوئر کے سمجھیں اور جس کی بدعت اس حد تک نہ ہو اس سے بھی دوستی محبت تو مطلقاً نہ کریں۔

جاہل کو ان کی صحبت سے یوں اجتناب ضرور ہے کہ اس پر اثر بد کا زیادہ اندیشہ ہے اور عام مقتدا یوں بچے کہ جہاں اسے دیکھ کر خود بھی اس بلا میں نہ پڑیں بلکہ عجب نہیں کہ اسے ان سے ملتا دیکھ کر ان کے مذہب کی شناعت ان کی نظروں میں ہلکی ہو جائے'' (۴)

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے شرح الصدور میں ایک عبرت آموز واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک شخص رافضیوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا۔ جب اس کی موت کا وقت آیا لوگوں نے حسب معمول اسے کلمہ طیبہ کی تلقین کی، اس نے کہا: مجھ سے نہیں کہا جاتا۔ پوچھا کیوں؟۔

کہا یہ دو شخص کھڑے ہیں، کہہ رہے ہیں، تو ان کے پاس بیٹھا کرتا تھا جو ابو بکر و عمر کو برا کہتے تھے اب یہ چاہتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر دنیا سے جائے ہر گز نہ پڑھنے دیں گے یہ نتیجہ بد مذہبوں کے پاس بیٹھنے کا ہے۔

جب رافضیوں کے ساتھ نشست و برخاست کا یہ حکم ہے جنہوں نے حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالی دی تو ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے میں کس قدر آفت ہو گی جنہوں نے نبی اکرم ﷺ بلکہ اللہ عزوجل کی شان میں گستاخی اور دشنام طرازی کی۔

---

(۴)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۴ ص ۳۲۰

الملفوظ میں ہے:۔

”جب صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بدگویوں سے میل جول کی یہ شامت تو قادیانیوں اور وہابیوں اور دیو بندیوں کے پاس نشست وبرخاست کی آفت کس قدر شدید ہوگی، ان کی بدگوئی صحابہ تک ہے ان کی انبیاء اور سید الانبیاء اور اللہ عزوجل تک“ (۵)

تعزیہ داری

سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ کی صحیح شبیہ بنا کر گھروں میں رکھنا یقینا باعث خیر وبرکت ہے۔ مگر مروجہ تعزیہ میں اولاً تو اس بات کا خیال قطعاً نہیں رکھا جاتا کہ وہ امام عالی مقام کے روضہ کی صحیح شبیہ ہو۔ ثانیاً اس کے ساتھ قسم قسم کے خرافات کرنا، لے کر گھومنا پھرانا، منتیں مانگنا سجدہ کرنا پھر باقی تماشے باجے تاشے وغیرہ اس پر مستزاد ہیں اور ان سب کے بعد اسے دفن کر دینا اضاعت مال کی وجہ سے بھی حرام ہے۔

ظاہر ہے کہ امام عالی مقام کی بارگاہ میں نذر پہنچانے کا یہ بیہودہ طریقہ کسی عاقل کے نزدیک کیوں کر جائز ہو سکتا ہے۔

مگر لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان خرافات کو جائز اور مستحسن ٹھہرانے کے لیے اس قدر جری ہیں کہ یہ کہتے نہیں جھجکتے کہ ہم امام عالی مقام کی یاد میں ایسا کرتے ہیں اور ان کی یاد میں جو کریں سب روا ہے۔

---

(۵)۔ الملفوظ حصہ دوم، ص ۸۰

الامان والحفیظ۔ان سب کاذکر کرتے ہوئے امام احمد رضا قدس سرہٗ رقم طراز ہیں:۔
""تعزیہ کی اصل اس قدر تھی کہ روضۂ پرنور شہزادۂ گلگوں قبا حسین شہید ظلم و جفا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلی جدہ الکریم کی صحیح نقل بنا کر بہ نیت تبرک مکان میں رکھنا اس میں شرعاً کوئی حرج نہ تھا کہ تصویر مکانات وغیرہا ہر غیر جاندار کی بنانا، رکھنا سب جائز اور ایسی چیزیں کہ معظمان دین کی طرف منسوب ہوکر عظمت پیدا کریں۔

ان کی تمثال بہ نیت تبرک پاک رکھنا قطعاً جائز جیسے صدہا سال سے طبقہ ائمہ دین وعلمائے معتقدین نعلین شریفین حضور سید الکونین ﷺ کے نقشے بناتے اور ان کے فوائد جلیلہ ومنافع جزیلہ میں مستقل رسالے تصنیف فرماتے ہیں۔

مگر جہال بے خرد نے اس اصل جائز کو بالکل نیست ونابود کر کے صدہا خرافات وہ تراشیں کہ شریعت مطہرہ سے الامان الامان کی صدائیں آئیں،اول تو نفس تعزیہ میں روضۂ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی ہر جگہ نئی تراش نئی گڑھت جسے اس نقل سے کچھ علاقہ نہ نسبت

پھر کسی میں پریاں کسی میں براق کسی میں اور بیہودہ طمطراق پھر کوچہ بکوچہ ودشت بدشت اشاعت غم کے لیے ان کا گشت اور ان کے گرد سینہ زنی اور ماتم سازی کی شور افگنی کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے کوئی مشغول طواف، کوئی سجدہ میں گرا ہے

کوئی ان مایۂ بدعات کو معاذ اللہ جلوہ گاہ حضرت امام علیٰ جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پنی سے مرادیں مانگنا منتیں ماننا ہے حاجت روا جانتا ہے، پھر باقی تماشے، باجے، تاشے، مردوں عورتوں کا راتوں کو میل اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر طرہ ہیں، غرض عشرہ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت و محل عبادت ٹھہرا ہوا تھا ان بیہودہ رسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا۔" (۶)

زیارت قبور

زیارت قبور جائز و مستحسن ہے، احادیث کریمہ اس کے جواز و استحسان پر ناطق ہیں مگر بوسۂ قبر میں علما کا اختلاف ہے بعض جائز کہتے ہیں۔ کشف الغطا میں ہے: در کفایۃ الشعبی اثرے در تجویز بوسہ دادن قبر والدین نقل کردہ گفتہ دریں صورت لاباس است شیخ اجل در شرح مشکوٰۃ بورد آں در بعضے اشارت کردہ بے تعرض بجرح آں (۷)۔

کفایت الشعبی، میں قبر والدین کو بوسہ دینے کے بارے میں ایک اثر نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس صورت میں کوئی حرج نہیں اور شیخ محقق نے بھی شرح مشکوٰۃ میں بعض آثار میں اس کے وارد ہونے کا اشارہ کیا اور روایت پر کوئی حرج نہ کی۔ اور بعض علما مکروہ بتاتے ہیں۔

اشعۃ اللمعات میں ہے: "مسح نہ کند قبر را بدست و بوسہ نہ دہد آں را۔" (۸)

---

(۶)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۹ ص ۷/۵۱۶/(۷) کشف الغطاء، ص ۷۹ /(۸)۔ اشعۃ اللمعات، جلد اول، ص ۷۱۶

ترجمہ: قبر کو ہاتھ نہ لگائے نہ ہی بوسہ دے۔
امام اہل سنّت امام احمد رضا قدس سرہٗ راقم ہیں:۔ ''فی الواقع بوسۂ قبر میں علما مختلف ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ وہ ایک امر ہے جو دو چیزوں داعی و مانع کے درمیان دائر داعی محبت ہے اور مانع ادب تو جسے غلبۂ محبت ہو اس پر مواخذہ نہیں کہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے۔ اور عوام کے لیے منع ہی احوط ہے۔ ہمارے علما تفریع فرماتے ہیں کہ مزار اکابر سے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑے ہو پھر تقبیل کی کیا سبیل'' (۹)

طواف مزار کے سلسلہ میں بعض علمانے اجازت دی۔
مجمع البرکات میں ہے
'ویمکنہ ان یطوف حولہ ثلث مرآت فعل ذلك
گرد قبر تین بار طواف کر سکتا ہے۔
اور ملا علی قاری نے منسک متوسط میں فرمایا: ' (۱۰)
"الطواف من مختصات الکعبة المعظة فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء۔'
طواف، کعبہ کی خصوصیات سے ہے تو انبیا و اولیا کی قبروں کے گرد حرام ہوگا۔

لیکن عند المحققین نہ تو علی الاطلاق حکم جواز ہے اور نہ علی الاطلاق حکم عدم جواز بلکہ اس میں درج ذیل تفصیل ہے۔
طواف کی چار قسمیں ہیں:۔

---

(۹)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۵۲۸/ (۱۰)۔ منسک متوسط، ص ۳۴۲

پہلی قسم:

نہ طواف مقصود لذاتہ ہو نہ اس سے غرض و غایت نفس تعظیم بلکہ طواف کسی اور فعل کا وسیلہ ہو اور اس فعل سے کوئی اور حاجت مقصود ہو، جیسے سائلوں کا دروازہ پر گشت۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہمیشہ کاشانۂ نبوت کے گرد طواف کرنا۔

دوسری قسم:

طواف مقصود لذاتہ ہو مگر غرض و غایت تعظیم نہ ہو جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے زمانۂ خلافت میں مدینہ کا طواف کرنا۔

تیسری قسم:

طواف وسیلۂ مقصود ہو اور غرض و غایت تعظیم جیسے نوکر اور غلام کا اپنے مخدوم و آقا کے گرد خدمت کے لیے پھرنا۔

چوتھی قسم:

طواف بھی مقصود لذاتہ اور غرض و غایت بھی تعظیم یعنی نہ طواف کسی اور فعل کے لیے وسیلہ ہو نہ اس سے سوائے تعظیم کچھ مقصود ہو بلکہ نفس طواف سے محض تعظیم مقصود ہو اس کا نام طواف تعظیمی ہے جیسے طواف کعبہ یا طواف صفا و مروہ۔

طواف غیر کعبہ پہلی اور تیسری قسم میں تو جائز ہے کہ اس میں طواف مقصود لذاتہٖ نہیں ہے البتہ دوسری اور چوتھی قسم میں جواز و عدم جواز پر نیت اثر انداز ہے اگر تعظیم قبر کی نیت سے ہے تو حرام ہے اور اگر برکت اور فیض حاصل کرنے کی نیت سے ہے تو جائز ہے مگر یہاں حلت و حرمت کی نیت میں فرق کرنا آسان نہیں اس لیے احتیاط طواف قبر سے احتراز ہی میں ہے۔

چنانچہ امام احمد رضا قدس سرہٗ رقم طراز ہیں:۔

''بالجملہ اگر طواف مقصود بالذات نہیں جب تو جواز ظاہر ہے اور اگر مقصود بالذات ہے تو صرف فرق نیت ہے اگر بہ نیت تعظیم قبر ہے تو بلا شبہ حرام ہے اور تبرک و استفاضہ وغیرہما نیات محمودہ کے ہے تو فی نفسہٖ اس میں حرج نہیں اور یہ ٹھہرالینا کہ اس مسلمان کی نیت طواف سے تعظیم قبر ہے قلب پر حکم ہے۔

ہاں یہ امر ضرور قابل لحاظ ہے کہ یہاں نیت جائز و نیت حرام ایسی متقارب ہیں جیسے آنکھ کی سیاہی سے سپیدی تو عوام کے لیے اس میں ہرگز خیر نہیں اور خواص میں سے جو ایسا کرنا چاہے ہرگز عوام کے سامنے نہ کرے یہ بحمد اللہ تعالیٰ تحقیق حکم ہے اور احتراز و احتیاط ہر طرح اسلم ہے۔'' (۱۱)

بے علم صوفی

تصوف و طریقت شریعت سے جدا نہیں ہے بلکہ شریعت پر عمل کر کے ہی آدمی طریقت کے منازل طے کرتا ہے۔

---

(۱۱)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۴ ص ۴۰۰

جب کہ آج کل کچھ بے علم صوفی طریقت کو شریعت سے الگ بتا کر اپنے آپ کو شرعی حدود قیود سے آزاد کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے، بے علم صوفی مسخرۂ شیطان ہے ایسے صوفی کی ناک میں شیطان نکیل ڈال کر جدھر چاہتا ہے گھماتا رہتا ہے اور بے چارے صوفی یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں، اسی لیے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد۔

ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ (۱۲)

حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے چہیتے مرید حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعا دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

جعلك الله صاحب حديث صوفيا ولا جعلك صوفياً صاحب حديث

اللہ تعالی تجھے حدیث داں بنا کر صوفی بنائے اور حدیث داں ہونے سے پہلے تمہیں صوفی نہ بنائے۔ (۱۳)

حضرت امام غزالی اس قول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

اشار الی ان من حصل الحدیث والعلم ثم تصوف افلح ومن تصوف قبل العلم خاطر بنفسه۔ (۱۴)

یعنی حضرت سری سقطی نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جس نے حدیث اور علم حاصل کر کے تصوف میں قدم رکھا وہ کامیاب ہوگیا اور جس نے علم حاصل کرنے سے پہلے صوفی بننا چاہا اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا۔

---

(۱۲)۔ ترمذی شریف/ (۱۳)۔ احیاء العلوم، جلد اول، ص ۱۳/ (۱۴)۔ احیاء العلوم، ص ۱۳

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کا فرمان ہے:۔ من لم یحفظ القرآن ولم یکتب الحدیث لایقتدی بہ فی ہذا الامر لان علمنا ہذا مقیدٌ بالکتاب والسنۃ۔ (۱۵) یعنی جس نے نہ قرآن یاد کیا نہ حدیث لکھی (یعنی جو علم شریعت سے آگاہ نہیں) طریقت میں اس کی اقتدا نہ کی جائے کہ ہمارا یہ علم طریقت کتاب وسنت کا پابند ہے۔

امام احمد رضا متصوف کے خلاف شرع قول کے تعلق سے رقم طراز ہیں:۔ ''سیدی ابو علی روذباری رضی اللہ عنہ بغدادی ہیں آں جناب سے سوال ہوا کہ ایک شخص مزامیر سنتا ہے اور کہتا ہے یہ میرے لیے حلال ہیں؛ اس لیے کہ میں ایسے درجہ تک پہنچ گیا کہ احوال کا اختلاف مجھ پر کچھ اثر نہیں ڈالتا۔ فرمایا: ہاں! پہنچا تو ضرور مگر کہاں تک؟ جہنم تک۔

عارف باللہ سیدی عبد الوہاب شعرانی قدس سرہٗ کتاب ''الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر'' میں فرماتے ہیں: حضور سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی کچھ لوگ کہتے ہیں: ''ان التکالیف کانت وسیلۃ الی الوصول وقد وصلنا۔'' شریعت کے احکام تو وصول کا وسیلہ تھے اور ہم واصل ہو گئے۔ فرمایا: ''صدقوا فی الوصول ولکن الی سقر والذی یسرق ویزنی خیر ممن یعتقد ذلک۔'' وہ سچ کہتے ہیں واصل تو ضرور ہوئے مگر جہنم تک، چور اور زانی ایسے عقیدے والوں سے بہتر ہیں۔'' (۱۶)

اس قسم کے بے شمار بدعات وخرافات اور غیر شرعی رسوم ہیں جن کے خلاف امام احمد رضا قدس سرہٗ نے قلم اٹھایا اور ان بدعات وخرافات اور خلاف شرع رسموں کو معاشرے سے نکال باہر کر صاف ستھرا اور پاکیزہ معاشرہ قوم کے سامنے پیش فرمایا۔

---

(۱۵)۔ رسالہ قشیریہ، ص ۲۳ /(۱۶)۔ فتاویٰ افریقہ، ص ۱۳۹

یہ تو بطور نمونہ میں نے چند مثالیں پیش کر دیں امام اہل سنت کے علمی ذخائر میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بیش قیمتی خزانہ موجود ہے۔ جسے تفصیل درکار ہو وہ امام اہل سنت کی کتابوں کا مطالعہ کرے اور عقیدہ و عمل کو پاکیزہ بنائے۔

از قلم : قاضی فضل احمد مصباحی

صدر شعبۂ افتاء جامعہ عربیہ ضیاء العلوم، بنارس

رکن : شرعی کونسل بریلی شریف

مراجع

۔۱۔ سورۂ غافر
۔۲۔ کنز العمال، تاریخ عساکر
۔۳۔ فتاویٰ ہندیہ، جلد ۵ ص ۳۴۶
۔۴۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۴ ص ۳۲۰
۔۵۔ الملفوظ حصہ دوم، ص ۸۰
۔۶۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۹ ص ۵۱۲
۔۷۔ کشف الغطاء، ص ۷۹
۔۸۔ اشعۃ اللمعات، جلد اول، ص ۷۱۶
۔۹۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۵۲۸
۔۱۰۔ منسک متوسط، ص ۳۴۲
۱۱۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۴ ص ۴۰۰
۔۱۲۔ ترمذی شریف
۔۱۳۔ احیاء العلوم، جلد اول، ص ۱۳۱
۔۱۴۔ احیاء العلوم، ص ۱۳۱
۔۱۵۔ رسالہ قشیریہ، ص ۲۳
۔۱۶۔ فتاویٰ افریقہ، ص ۱۳۹


dreamstime